سوال نمبر2(الف) (i)

مرزا عبدالقیوم کا پہلا ہفتہ

مرزا عبدالقیوم کا پہلا ہفتہ ویسے ہی گزرا جس انداز میں وہ اُسے گزارنا چاہتا تھا۔ دفتر کے پرانے لوگ اُس سے ملتے رہے اور اُسے کھانا اپنے کمرے میں ہی ملتا رہا۔

سوال نمبر2(الف) (ii)

ملنے کون آتا:

اُس سے اُس کے دفتر کے پرانے ساتھی اس سے ملاقات کے لئے آتے جاتے رہتے۔ اُسے یقین تھا کہ یہ سب کچھ عارضی ہے۔

سوال نمبر2(الف) (iii)

عبدالقیوم کا کھانا:

اُسے کھانا اپنے کمرے میں ہی ملتا رہا۔ اُس کے پوتے اور پوتیاں اُس کے لئے کھانے لاتے رہتے۔

سوال نمبر 2(الف) (iv)

باتوں پہ یقین

⇐ مصنف کے مطابق اُسے یقین تھا کہ جو سب کچھ ہو رہا ہے، سب کچھ عارضی ہے۔ حباب بھی آنے سے رک جائے گے، شور بھی ختم ہو جائے گا اور اُس کی بیویاں اُس کے کمرے کا قالین بھی خراب کرنا چھوڑ دیں گی۔

سوال نمبر 2(الف) (v)

بچے کمرے میں کیسے آتے

⇐ بچے کمرے میں اُسے کھانا دینے آتے تھے اس کے علاوہ جب بھی وہ بچے اوپر آتے تو اپنے گندے جوتوں کے ساتھ قالین گندا کر دیتے۔

بیوی کو کیا سمجھانا چاہتا؟

⇐ وہ شور کی وجہ سے بیوی کو سمجھانا چاہتا تھا کہ بچوں کے ساتھ مادرانہ شفقت کا رویہ کریں۔

سوال نمبر 2(الف) (vi)

قالین کی احتیاط

⇐ جب بھی اُس کے پوتے اور پوتیاں کمرے میں آتے تو اُن کے گندے جوتوں سے قالین گندا ہو جاتا۔

بچے کمرے میں کیسے آتے؟

⇐ اُس کے پوتے اور پوتیاں کمرے میں آکر اُسے کھانا دیا کرتے تھے۔ اُن کے گندے جوتوں سے قالین گندا ہو جاتا۔

سوال نمبر 2 (الف) (vii)

قالین کے متعلق احتیاط

⇐ جب اُس کے پوتے اور پوتیاں کمرے میں آتے تو قالین گندا ہو جاتا۔ اُس کے گندے ہونے پر مرزا عبدالقیوم کو برا لگتا اور اُس نے بچوں کو بولا کہ کمرے میں جوتوں کے بغیر داخل ہوئے اور احتیاط کریں کہ قالین گندا نا ہو۔

سوال نمبر 2 (الف) (viii)

"اولڈ ایج ہوم"

تشریح: مرزا عبدالقیوم کا ہفتہ اُس طرح گزرا جیسے وہ چاہتا تھا۔ بس کچھ بری چیزیں تھی جنہوں نے وقت گزرنے کے ساتھ اور اُس کی کوشش کے ساتھ خود ٹھیک ہو جاتا تھا۔

اسلاف سے میراث

سوال نمبر 2(ب) (i)

⇐ شاعر مشرق کہتے ہیں کہ ہم نے جو تعلیم کی میراث اپنے اسلاف سے حاصل کیے، یہ سلطنت اور عظیم مرتبہ وغیرہ سب کچھ ہم نے کھو دیا ہے۔ "ثریا" ایک ستارے کا نام ہے جو بہت بلند ہے یعنی ہم نے بلند مرتبے سے زمین پر اپنے اسلاف کی میراث کو دے مارا ہے۔

صبح کی منظر کشی

سوال نمبر 2(ب) (ii)

⇐ صبح کے وقت ہوا آرام آرام سے چل رہی تھی۔ وہ مسلسل چل رہی تھی اور بہت خوشگوار تھی۔ اُس وقت طاؤس (مور) اور کبوتروں کی آوازیں آ رہی تھی جیسے وہ اللہ کی اس نعمت کا شکر ادا کر رہی ہو۔

شاعر کی قربانی

سوال نمبر 2(ب) (iii)

⇐ شاعر کہتے ہیں کہ اُس کے محبوب کی مسکراہٹ پر اُس کا دل اور اُس کی جان قربان ہے۔
شاعر نے اس شعر میں محبوب سے محبت کا اظہار کیا ہے کہ اُن کی جان محبوب کے لئے قربان

سوال نمبر 2(ب) (iv)

بازیچۂ اطفال

اس شعر میں بازیچۂ اطفال سے مراد "بچوں کا کھیلنے کا میدان ہے"۔ شاعر کہتے ہیں کہ یہ دنیا بچوں کا کھیلنے کے میدان کی مانند ہے یعنی اُس کو سنجیدہ لینے کی ضرورت نہیں۔

سوال نمبر 2(ب) (v)

انصاف میں پرائیاں

شاعر کے مطابق اس دنیا میں سچائی کو چھپایا جا رہا ہے۔ انصاف کو زنجیروں میں باندھ دیا گیا ہے۔ اس معاشرے میں جھوٹ اور ناانصافی کو زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے اور سچ کو نہیں رہنے دیا جا رہا۔

سوال نمبر 2(ج) (i)

کنایہ:

⇐ کنایہ کا معانی "چھپی ہوئی بات" یا "پوشیدہ بات" ہے۔ اصطلاح میں اس سے مراد کسی چیز کو مجازی (غیر حقیقی) معنوں میں اس طرح بیان کرنا کہ اُس کا حقیقی معنی واضح ہو جائے۔

یہ بازیچۂ اطفال ہے دنیا میرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا میرے آگے

شاعر نے یہ بات کی ہے کہ یہ دنیا بچوں کا کھیل ہے یعنی یہ سنجیدہ لینے کے قابل نہیں ہے۔

سوال نمبر 2(ج) (ii)

ترکیب نحوی:

"احمد خط لکھ رہا ہے"

یہ جملۂ فعلیہ ہے۔ جملۂ فعلیہ ایسا جملہ ہوتا ہے جس میں مسند الیہ اسم اور مسند فعل ہوتا ہے۔

- فاعل: احمد
- مفعول: خط
- فعل ناقص: ہے
- فعل: لکھ رہا

سوال نمبر2(ج) (iii)

مجاز مرسل:-

تعریف:- مجاز مرسل سے مراد کسی چیز کو حقیقی معنوں میں کے بجائے مجازی (غیر حقیقی) معنوں میں تحریر کرنا۔ اس میں تشبیہ کا استعمال نہیں ہوتا۔

مثال:-

مظروف کہہ کر ظرف مراد لینا:- چائے چولہے پر رکھ دی ہے۔

سوال نمبر2(ج) (iv)

متشابہ الفاظ

تعریف:- متشابہ الفاظ وہ الفاظ ہوتے ہیں جو املا میں تو ایک جیسے ہوتے ہیں مگر ان کے معنی مختلف ہوتے ہیں۔ بعض وقت ان کی آواز بھی مختلف ہوتی ہے۔ مثلاً علم اور الم۔

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 1)

اقتباس کی تشریح

سیاق و سباق:

⇐ اس تحریر میں مصنف نے ہمیں اپنی روایات کو قائم رکھنے کا کہا ہے

تشریح:

⇐ اس اقتباس میں ہماری ذہنی غلامی اور جاہلی یا کاہلی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مصنف نے اس اقتباس میں اُس وقت کا ذکر کیا ہے جب برصغیر انگریزوں کے ہاتھ میں تھا۔ انگریزوں نے تو دو سو سال ادھر حکومت کر کے ادھر سے چلی جانے کا ارادہ کر لیا مگر ہم لوگ ابھی بھی اُن کی ذہنی غلامی میں مشغول ہیں۔ بقول اقبال:

بنیادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی
ثریا سے زمین پر آسمان نے ہم کو دے مارا

اس اقتباس میں اصل میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ انگریزوں کی ادھر حکومت کے بعد ہم نے اپنی روایات اور اپنی زبان کو کم تر سمجھنا شروع کر دیا ہے۔ اقبال بھی ہم نوجوانوں کو یہی کہا کرتے تھے کہ ہم نے اپنی روایات اور تہذیب جو ہر طریقے سے مکمل ہیں، اُنہیں چھوڑ کر دوسروں کی روایات کو اپنایا ہے۔ ~~تھا~~ مصنف اصل میں ہم نوجوانوں کو جھنجھوڑ رہے ہیں کہ اگر انگریزی زبان اور تہذیب کو اپنانے

سے اتنا ہی بڑا فائدہ ہو جاتا ہے تو جو دو سو سال ہم نے اُن کی غلامی کی اُس کے دوران یہ فائدہ اور طرقی کیوں نہیں ہوئی۔

مصنف مزید کہتے ہیں کہ اگر ہم اپنی زبان کو اپنائے اور اپنی روایات کو قائم رکھیں تو ہم مغربی علاقوں کا سامنہ کر سکتے ہیں ورنہ ابھی تو ہم اپنے گرد چھوٹے چھوٹے علاقوں کے سامنے بھی جاہل رہ گئے ہیں۔

یہ سبق پڑھ پڑھ کے عدالت کا، شجاعت کا، شناعت کا
لیا جائے گا جو سے کام دنیا کی امامت کا۔

مصنف کہتے ہیں کہ انگریزی زبان اتنی بھی خاص نہیں اور صرف انگریزی زبان بولنے سے اور سمجھنے سے اقوام ترقی نہیں کرتی بلکہ اقوام تو اپنی زبان اور اپنی روایات کے مطابق طرقی کرتی ہیں۔ اگر دوسروں کی نقل سے طرقی حاصل ہو جاتی تو آج دنیا کی ہر قوم ترقی یافتہ ہوتی۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی قوم کے لئے اپنی ہی روایات کے ذریعے محنت کریں اور ایک طرقی یافتہ قوم بنائیں۔

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 1)

نظم کی تشریح

جب ..... کہیے۔

شاعر کا نام: ماہر القادری

نظم کا نام: نعت

تشریح: یہ شعر نظم "نعت" سے لیا گیا ہے جو شاعر "ماہر القادری" نے تحریر کی ہے۔ ماہر القادری نثر گو اور کلاسیکی طرز کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ ان کا ذکر اردو کے مشہور شعراء میں ہوتا ہے۔ اس شعر میں شاعر آپؐ کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ جب آپؐ کا ذکر ہوتا ہے تو وہ لمحہ نور اور ایمان کی روشنی سے بھر جاتا ہے۔ اُس وقت رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور پوری دنیا "سراپا گوش" یعنی غور سے سننے لگتی ہے۔

شاعر ہمیں کہتے ہیں کہ جب آپؐ کا ذکر کیا جائے تو غور و فکر سے سننا چاہیئے اور آپؐ کے لئے "صلی اللہ علیہ وسلم" یا "مرحبا" بولنا چاہیئے اور آپؐ کے نام پر درود بھیجنا چاہیئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ کا مقام و مرتبہ بہت عظیم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"نہیں ہیں محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ، وہ اللہ کے آخری نبی اور خاتم النبیین ہیں"

آپؐ پر ایمان رکھنا اور اُن کی عزت کرنا ہمارے دین کی شرطِ اول ہے۔

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 2)

؎ کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح قلم تیرے ہیں

اگلے شعر میں شاعر بیان کرتے ہیں کہ "غبارِ راہ طیبہ" یعنی مدینہ کی مٹی "چشمِ بصیرت" ~~~~ والے لوگوں کے لئے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ "یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو چیزوں کی گہرائی کو سمجھ سکتے ہیں۔ شاعر یہاں مدینہ کی مٹی کو خاکِ شفا یعنی شفا والی مٹی کہا دیتے ہیں۔ شاعر کہتے ہیں بصیرت والی آنکھ کے لئے یہ مٹی روحانی اور جسمانی سکون دیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ نے بھی اس ہی مٹی پر اپنی زندگی گزاری۔

؎ مدینہ یاد آتا ہے تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
کوئی طیبہ کی طرف جاتا ہے تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

شاعر آخری مصرعے میں کہتے ہیں کہ جب اُن کو مدینہ کی یاد آتی ہے تو اُن کی آنکھوں سے آنسوں مسلسل گرتے ہیں۔ "چشمۂ آب بقا" سے مراد ایک ایسا چشمہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا اور ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ یہ اصل میں شاعر نے حضورؐ سے محبت کا اظہار کیا ہے۔ شاعر کا آپؐ سے عشق کی شدت کا اس طرح اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شاعر مدینہ کو یاد کر کے مسلسل رونا شروع ہو جاتے ہیں۔

؎ محمد سے محبت دین کی شرطِ اول ہے
اس کے بغیر ایمان نامکمل ہے

غزل شعر نمبر ۱

تم ہمارے کس طرح نا ہوتے ...
ہوتا .....

شاعر: مومن خان مومن

فنی محاسن: صنعتِ تضاد

تشریح: اس شعر میں شاعر ایک طریقے سے شکایت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کہ اس دنیا میں کیا کیا ہوجاتا ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ اس دنیا میں لوگ ناممکن چیزوں کو ممکن بنا دیتے ہیں، صرف جو لاعلاج کہا جاتے، اُس کا علاج بنا دیتے ہیں اور ہار کو جیت میں تبدیل کر دیتے ہیں مگر میری جو خواہش تھی کہ محبوب میرا ہو جائے وہ نا ہو سکا۔ شاعر کہتے ہیں کہ انہوں نے بہت کوشش کی مگر محبوب اُن کا نا ہو سکا۔

یہ وہ بھی اپنے نا ہوتے، دل بھی گیا ہاتھوں سے
ایسے آنے سے بہتر تھا نہ آنا دل کا۔

شاعر نے اپنی پوری زندگی کو کوشش کی کہ محبوب اُن کا ہو جائے مگر افسوس وہ نا ہوا اور اسی بات کی شاعر کو شکایت ہے۔

یہ عمر دراز مانگ کے لائے تھا دن
دو آرزو میں کٹ گئے تو انتظار میں

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 2)

شعر

غزل نمبر 2

تم میرے ..... ہوتا

فنی محاسن:- قافیہ ردیف، صنعتِ تضاد۔

شاعر کا نام:- مومن خان مومن

تشریح:- اس شعر کی ایک بہت خاص خصوصیت ہے۔ یہ شعر ایک **ذو معنی** شعر ہے۔ اس کے دونوں مجازی اور حقیقی معنی ہیں۔ مجازی معنوں میں اسے اس طرح لیا جاسکتا ہے کہ شاعر کہتے ہیں کہ جب وہ اکیلا ہوتا ہے اور اپنے خیالات میں گم ہوتا ہے تو محبوب کی یاد شاعر کا ستانا شروع کر دیتی ہے۔ شاعر کے دماغ میں محبوب کا عشق سوار ہو جاتا ہے۔

یہ غم ہے یا خوشی ہے تو
میری زندگی ہے تو

شاعر کے دماغ میں ہر وقت محبوب سوار رہتا ہے۔ حقیقی معنوں میں اسے اگر لیا جائے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے قریب تب ہوتے ہیں جب انسان اکیلا ہوتا ہے۔ اللہ ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے اور ہر انسان کی شہ رگ سے بھی اس کے زیادہ قریب ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اللہ تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے"۔

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 1)

علاقے کی صورتحال پر رپورٹ

عنوان: علاقے کی صورتحال پر رپورٹ

خدمت جناب روزمرہ اے بی

میں عسکری [redacted] ۲۱ میں بہت سالوں سے رہ رہی ہوں۔ کئی سال کا رہائشی ہونے کے باوجود کئی ایسے باتیں ہیں جن کا مجھے خود علم نہیں مگر جتنے سال میں نے ادھر گزارے مجھے چند مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ علاقے کی صفائی کو قائم رکھا جاتا ہے مگر ادھر کئی مرتبہ گلیوں کے کونوں میں کوڑا جما ہو جاتا ہے۔ اس کی بدبو پوری گلی کی زندگی حرام کر دیتی ہے اور میرے سامنے کئی رہائشیوں نے عسکری ۲۱ اس ہی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔ اس کے علاوہ میں نے دیکھا ہے کہ کئی گھروں میں پانی اور گیس کا مسئلہ قائم رہتا ہے۔ کبھی وہ پانی کی صورتحال کو بہتر کرنے کی کوشش میں لگے ہوتے ہیں اور کبھی گیس کے وقتوں کے مطابق گزارا کر رہے ہوتے ہیں۔

ہمارے علاقے میں ایسا کئی دفعہ ہوا ہے کہ گلی کے کسی کونے میں کتوں کی وجہ سے لوگوں اور بعض اوقات بچوں کو بھی مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 2)

ہمارے چچا جان نے بھی کچھ عرصہ پہلے ادھر ہی گھر لیا مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ اُن کے ساتھ اصل میں فراڈ ہوا۔ یہ آدمی کی جگہ ہونے کے باوجود اُس دھوکے باز انسان کو نا پکڑ پائی۔ ہم سب ہمارے اس خوبصورت علاقے سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں یہاں تک کہ کبھی بھی اور دنیا کا دل ہی نہیں چاہتا مگر ان مشکلات کا سامنا کرنا بہت زیادہ ضروری ہے۔

رپورٹر
ا-ی-ع
19 اپریل 1946ء

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 1)

پاکستان کے مسائل اور حل

وطن وہ جگہ ہوتی ہے جہاں کوئی ذی روح جنم لیتی ہے۔ یہ وہ مقدس جگہ ہے جس کی ہوائیں اس ذی روح کو نشوونما دیتی ہیں اور جس کی فضائیں اس ذی روح کا پروان چڑھاتی ہیں۔ جس وطن کی آغوش میں انسان جنم لیتا ہے، وہ اُس وطن سے بے تحاشا محبت کرتا ہے۔

؎ وطن پر قربان نا ہو وہ زندگی نہیں
جسے وطن عزیز نا ہو وہ آدمی نہیں

ہمارا وطن پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ میں بنا۔ اس سے پہلے بہت سے مسلمانوں کے ساتھ ظلم ہوتی رہا اور اُن کے حقوق کو نظر انداز کر دیا گیا۔ ہمارا وطن پاکستان نے ایسے لوگوں کو اپنے خدا کی بندگی اور اُس کی عبادت کرنے کے لیے جگہ دی۔ مگر یہ آزادی آسان نہیں تھی اور بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑھا۔

اب، تقریباً 80 سال گزرنے کے بعد پاکستان میں بہت سی برائیاں عروج پر ہیں۔ ہمارے اسلاف نے ہمارے لیے بہت محنت کی مگر ہم اپنی نالائقی کاہلی سے اس وطن کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔

؎ تھے تو وہ آباء تیرے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 2)

سب سے پہلے مسئلہ یہ ہے کہ پاکستان بہت سے ممالک سے قرض لے بیٹھا ہے اور مہنگائی بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ جو چیز چند سال پہلے چند سو روسو روپے میں ملتی تھی اب ہزاروں کی مل رہی ہے۔ امیر لوگوں کو اس سے تب بھی کم فرق پڑتا ہے مگر غریب لوگوں کے لیے تو جینا ہی مشکل ہو چکا ہے۔ غریبت انتہا پر ہو گئی ہے اور طرح طرح کی برائیاں بڑھ رہی ہیں۔ اگر ہم اپنے وطن سے محبت کرتے ہیں تو سب کی مدد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

مہنگائی کے علاوہ تعلیم میں بھی بہت ناانصافی ہو رہی ہے۔ اس کی ایک عمدہ مثال یہ ہے کہ مختلف طرح کے لوگ مختلف تیاری کرتے ہیں۔ کچھ بچے پورے سال پڑھتے ہیں مگر بھول اور امتحان کے زور کے ناطع کچھ غلط کر دیتے ہیں جبکہ وہ لڑکے جو دوسروں کی نقل کرتے ہیں وہ اُن سے زیادہ مارکس حاصل کر رہے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ: "وطن سے محبت بھی ایمان ہے"۔

اگر ہم اصل میں ایک مسلمان ہے تو اپنے وطن کے لیے ہمیں ان برائیوں کو ختم کرنا چاہیے۔ اس کی علاوہ عورتوں کے حقوق کو بھی نظر انداز کیا جا رہا ہے اور کرپشن بھی بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ ہمارے عدالتی محکموں میں لوگ گھوڑوں کی طرح بک کر ناانصافی کرتے ہیں اور سچ کو چھپاتے ہیں۔

مگر آخر میں بات یہی ہے کہ ہم ان برائیوں کا کیسے سامنا کر سکتے ہیں۔ یعنی اگر ہم ایسے اصول بنائے جن سے نقلی اداروں اور مجرمانہ نقل پائے، دوسرے ممالک کے ساتھ فریڈم فرفقت زیادہ کریں اور عورتوں کو اُن کے حقوق دیں۔ چونکہ عدالتی نظام خراب ہو چکے ہیں ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:۔

ے منصف کے لیے اذن سماعت پر ہیں پہرے
اور عدل کی زنجیر میں جنکار بہت ہیں

ان سب مسائل کو ختم کرنے کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ ہم خود ان برائیوں سے دور رہے۔ ہم خود نقل نا کریں، ہم خود جنریشنز کے لئے اپنے وطن کی توہین نا کریں اور ہم خود خواتین کے حقوق کو قائم کریں

ے خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے تیری رضا کیا ہے۔

آخر میں میں یہی کہوں گا کہ ہم اگر عدل و انصاف اور سچائی قائم کریں تو ہمارا وطن ترقی کی راہ پر ضرور گامزن ہوگا۔ قائداعظم یا بانی پاکستان نے کیا خوب کہا ہے:۔ **"عدل، انصاف اور تعلیم کے بغیر ایک وطن ترقی نہیں کر سکتا۔"**

ہمیں چاہیے کہ ہم ان مسائل کا سامنے کریں اور اپنے وطن کو پھر سے ایک بہترین ملک میں تبدیل کر دیں۔